اللہ اکبر

خانقاہِ اشرفیہ کے فتوے کا جواب

ونیز

تردید اعتراضات مخالفین ترکِ موالات

از علامۂ زمان مولانا **شبیر احمد** صاحب عثمانی دیوبندی

جس میں جناب مولانا نے تمام اعتراضاتِ مخالفین کے جوابات

کلام مجید اور احادیث سے دئے ہیں اور جسکو خود حضرت شیخ الہند مولانا

محمود الحسن صاحب دیوبندی قدس سرہ العزیز نے پسند فرما کر اپنی آخری تقریر

میں حوالہ دیا ہے مسلمانوں کی آگاہی کے لئے

منشی **مشتاق احمد** نے شہر میرٹھ۔ محلہ کوٹلہ سے شائع کیا

باہتمام حافظ محمد سعید مالک و پروپرائٹر نے

مطبع ہاشمی میرٹھ میں طبع کیا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ وَالۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ **اما بعد** معزز صدر اور حضرات علمائے کرام اور حاضرین والاحترام۔ جلسوں کی شریعت کا حکم یہ ہے کہ میں سب سے پہلے آپ کے اس احسان کا شکریہ ادا کروں جو آپ نے مجھ پر اس مجلس علماء و فضلاء میں بولنے کی اجازت دینے سے کیا ہے۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ شکر کا مفہوم خاص زبان تک محدود نہیں اگر کوئی شخص کسی پر احسان کرے تو اس کا شکریہ دل سے۔ زبان سے۔ ہاتھ پاؤں سے۔ غرض افعال قلوب اور افعال جوارح میں سے ہر ایسے فعل سے ادا ہو سکتا ہے جو حسن کے مقابلہ میں شاکر کی ممنونیت کا اعلان کرتا ہو۔

اس لئے آپ کے احسان کا شکریہ ادا کرنے میں جب یہ حق انتخاب میرے لئے ہوا کہ میں جس طریقہ سے پسند کروں قضائے حق شکریہ سے سبکدوش ہو جاؤں تو میں اپنی اصل فطرت اور وقت کی قلت اور سب سے بڑھ کر اس اعلیٰ و ارفع مطمح نظر کی اہمیت کو (جس نے مجھکو اور آپ کو یہاں جمع کیا ہے) محسوس کرتے ہوئے ہمیشہ کے لئے یہ جتلا دینا چاہتا ہوں کہ اب ہم مسلمانوں کے پاس یورپ کی تقلید کے لئے اتنا فضول وقت نہ بچنا چاہیے جس میں ہم ضروری مقاصد کو چھوڑ کر محض رسمی اور زبانی شکریوں کی نمائش کیا کریں۔

ہم مسلمانوں کو اور خصوصاً علماءِ امت کو اپنی مجالس عامہ و خاصہ میں تتبع کرنا چاہئے قرون اولیٰ کی سادہ اور بے لوث مجالس کا۔ ان کی مختصر مگر پر مغز تقریروں اور طویل

وعریض سلسلۂ عمل کا - انکی مشاورت اور مبادلۂ آراء کے بہترین اصول کا - انکی نہایت ہی مخلصانہ تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کا - ان کے امر بالمعروف نہی عن المنکر اور اصلاح ذات البین کی مفید اور منتج گفتگوؤں کا - غرضیکہ اللہ جل شانہٗ کے اس مطرد و منعکس ارشاد پر پوری پوری طرح عمل کرنے کا -

لَاخَيْرَ فِي كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ -	اُن کے اکثر مجالس میں کوئی بھلائی نہیں بجز اُس شخص کے جو امر کرے خیرات کا یا کسی اچھی بات کا یا اصلاح ذات البین کا -

اے حضرات علماء کرام میں نہ کوئی خطیب ہوں نہ انشاء پرداز - اور نہ گویائی کی کوئی ایسی ممتاز قوت رکھتا ہوں جس سے آپ حضرات محظوظ ہوں بلکہ اگر آپ کا حکم نہ ہو تو میں اس سے زیادہ ایک لفظ بھی بولنا نہیں چاہتا جو میرے جدِ بزرگوار خلیفۂ ثالث حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے ممبر پر فرمایا تھا کہ -

اَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمْ اِلٰى اِمَامٍ فَعَّالٍ اَحْوَجُ مِنْكُمْ اِلٰى اِمَامٍ قَوَّالٍ -	اے لوگوں یقیناً تمکو بہت زیادہ کلام کرنے والے پیشوا سے بڑھ کر بہت زیادہ کام کرنے والے پیشوا کی ضرورت ہے -

مگر جب آپ نے مجھ جیسے ناکارہ کو اس جگہ کھڑے ہونے کی اجازت دی ہے تو میرا فرض ہے کہ اپنی اور آپکی - بلکہ روئے زمین کے سارے لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والے مسلمانوں کی فلاح سے متعلق - شرعی حیثیت سے جو میرے معلومات اور خیالات ہیں ان کو بلاکم وکاست آپ کے سامنے رکھدوں اور اسکی بالکل پرواہ نہ کروں کہ حق کی آواز سننے سے حضور وئسرائے بہادر مجھ سے برہم ہو جائینگے - یا مسٹر گاندھی - یا علی برادران یا اور کوئی ہندو یا مسلمان مجھ سے بگڑ بیٹھے گا - اگرچہ اپنے بھائیوں سے مجھے ایسی توقع نہیں -

اے حضرات آج وہ وقت ہے کہ ہم میں سے ہر ایک فرد کو جماعتِ اسلام کی حقیقی

خیر خواہی میں اپنی شخصی عزت اور عارضی وجاہت و مقبولیت سے قطع نظر کر لینا چاہئیے
آلِ عثمان کے بڑے بڑے سردار اور خلافت رسول کے سب سے بڑے مسند نشین کی عزت
و شوکت جب خاک میں ملا دی جائے تو آپکی عزت و وجاہت کس شمار میں ہے۔ مقدس
اور محترم نا کے مسلمان زن و مرد جب بے آبرو کئے گئے ہوں تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ
بے آبرو نہیں ہوئے۔

جس قوم نے عراق۔ شام۔ فلسطین۔ تھریس۔ ایشیائے کوچک اور
قسطنطینیہ کے لاکھوں مسلمانوں کو تہ تیغ کیا۔ تمام دُنیا کی مقدس ترین مساجد کو خلیفۃ المسلمین
کے ہاتھوں سے چھینا۔ اور اس چھیننے کے لئے جو جنگ کی گئی اسکو کروسیڈ (صلیبی
جنگ) سے تعبیر کیا۔ مکہ اور مدینہ پر اسلام کے ایک ایسے باغی کی حکومت قائم کرائی
جسکے حکم سے اُس خانہ خدا اور آرام گاہِ مصطفیٰ کی بے حرمتی ہوئی اور جس حرم آمن سے
ایک ادنیٰ جانور کا بگڑنا بھی گناہ ہے وہاں سے بہتیرے غریب الوطن پرستاران
خدا کو گرفتار کر لیا گیا۔

پھر یہی نہیں کہ جو کچھ گزرنا تھا گزر گیا۔ بلکہ اس منٹ تک بھی جبکہ میں یہ سطریں لکھ
رہا ہوں اُس قوم کی ہوس ملک گیری اور درندگی میں کچھ کمی نہیں آئی۔ اُسکی توپیں ابھی
تک دجلہ اور فرات کے دہانوں پر خاموش نہیں ہوئیں۔ اُسکے ہوائی جہازوں نے
ابھی تک عراق وغیرہ کے کلمہ پڑھنے والوں کو پناہ نہیں دی۔

اگر واقعی ہندوستان کے مسلمان سمجھ رہے ہیں کہ ایسی قوم ہماری جان و مال اور
عزت و آبرو کی محافظ ہے اس لئے ہمیں اُسکے مقابلہ پر کچھ ہاتھ پاؤں ہلانے کی ضرورت
نہیں تو میں کہتا ہوں کہ یہ لوگ اسلام کی حقیقت اور اُس مضبوط رشتہ اتحاد و اخوت
سے محض جاہل یا غافل ہیں جس نے جاہلیت کی تمام رسوم مخالفت و مواخاۃ کو اٹھا کر
شرق و غرب کے مسلمانوں میں ایک خالص روحانی برادری قائم کی۔ اللہ جل شانہ

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِن ارشادات کو آپ بار بار پڑھیے۔
اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ + اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ + اَلْمُؤْمِنُوْنَ يَدٌ عَلٰى مَنْ سِوَاهُمْ
اَلْمُؤْمِنُوْنَ كَرَجُلٍ وَاحِدٍ اِنِ اشْتَكٰى عَيْنُهٗ اشْتَكٰى كُلُّهٗ + وَاِنِ اشْتَكٰى رَاْسُهٗ
اشْتَكٰى كُلُّهٗ یہ احکام سلطان المعظم سے لیکر ادنیٰ انسان تک بدون تخصیص حبشی اور رومی
اور ہندی اور افغانی کے سب پر حاوی ہیں۔ اور مغرب کے مسلمان پر اگر کوئی ظلم ہو تو
مشرق کے مسلمان پر اُسکی حمایت و نصرت ہر ممکن طریق سے واجب ہے۔

بہت دنوں تک ہندوستان میں یہ بحث ہوتی رہی ہندوستانی رعایا اور
برٹش گورنمنٹ کے درمیان کچھ ایسے معاہدات ہیں جنکی بنا پر یہاں کے مسلمان انگریزوں
کے مقابلہ میں دوسری جگہ کے مسلمانوں کو مدد دینے سے معذور ہیں اور ان حضرات کا
استدلال اس آیت کے عموم الفاظ سے تھا وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ
النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ۔

میں علماء کے اختلافات کا فیصلہ کرنے کی لیاقت نہیں رکھتا۔ ہاں یہ گزارش کرنا
چاہتا ہوں کہ اب اِن اختلافات کا فیصلہ خود برٹش گورنمنٹ نے کر دیا ہے پچھلے زمانہ کو
چھوڑ کر اُس نے جو عہد ہندوستانی مسلمانوں کے ساتھ ترکی حکومت سے برسر جنگ ہونے
کے وقت کئے تھے اُن کا جو حشر ہوا وہ اس وقت آپ کے سامنے ہے۔ اگر وہ وعدے
ایسی بے دردی سے فراموش نہ کر دیئے جاتے جن پر مغرور و مفتون ہو کر بہت سے
ناعاقبت اندیشوں نے اپنے ہم مذہبوں کو تباہی کی طرف دھکیلا۔ تو آج آپ کا اور
ہمارا اجتماع اس ہیئت کذائی سے نہ ہوتا۔ اور نہ آج ساری دنیا کے مسلمان مصائب
کے اس اضطراب انگیز طوفان میں غلطاں و پیچاں نظر آتے۔

بہر حال اب ہمکو یہ شکوہ نہیں رہا کہ دوسروں نے ہمارے ساتھ ایسا کیوں کیا
بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ اب ہم کو اُن کے ساتھ بلکہ خود اپنے ساتھ کیا کرنا چاہیئے۔ آپنے

میں سے ہر شخص غالباً دل میں یہ کہتا ہوگا کہ میں آپ کو اس درد کا کوئی انوکھا علاج بتاؤنگا یا کوئی نرالی تدبیر جو ہمارے مصائب کا خاتمہ کر دیگی تلقین کروں گا۔ لیکن میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ اس انتظار کی تکلیف نہ اُٹھائیں۔ میں آپ سے صرف ایک چیز کی حاصل کرنے کو کہونگا۔ جسکو آپ سمجھ رہے ہیں کہ وہ پہلے سے حاصل ہے یعنی میں مسلمانوں کو کہتا ہوں کہ وہ مسلمان ہوجائیں۔ ایمان کا دعویٰ رکھنے والوں سے کہتا ہوں کہ وہ اپنے اندر ایمان پیدا کریں۔ آپ شاید اسکو تحصیل حاصل قرار دیں مگر میں فی الحقیقت آپکو خدا کا یہ کلام سنا رہا ہوں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۔

اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اُسکے رسول پر اور اُس کتاب پر جو اُس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی اور اس کتاب پر جو اس سے پہلے نازل کی۔

ایمان باللہ کے یہ معنی نہیں کہ آدمی محض زبان سے اٰمنتُ باللہِ کا دعویٰ کرے اور جب اِس اٰمنتُ کی آزمایش کا موقع آئے تو خدا کے رُوبرو جھوٹا ثابت ہو۔ اگر ایمان باللہ کا مصداق صرف اتنا ہی ہوتا تو انبیا کی زبانی منافقین اس قدر رسوا نہ کئے جاتے اور نہ جہنم میں سب سے نیچے کا طبقہ اُن کا مسکن بنایا جاتا اور نہ حق تعالیٰ یوں فرماتے۔

أَلَمْ أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ ۔

کیا لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ محض اٰمنّا کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کی آزمایش نہوگی حالانکہ ہم نے اُن سے پہلے لوگوں کا امتحان کیا ہے۔ تو ضرور ہے کہ جانچ کرے گا اللہ اُنکی جو سچ بولتے ہیں اور اُن کی جو جھوٹے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بہت سے لوگ ایسے تھے جو زبان سے کلمہ پڑھتے تھے اور بجائے خود وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہم مسلمان ہیں۔ لیکن جب کوئی تکرار اور نزاع پیش آتی تو وہ بجائے کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے

معاملات کفار کے پاس لیجانے کو پسند کرتے تھے تاکہ وہ اُن کے حسب خواہش فیصلہ کردیں ایسے لوگوں کی نسبت حق تعالیٰ نے فرمایا۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَن يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا۔

کیاتم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اُس پر جو آپکی طرف نازل کیا گیا۔ اور اُس پر جو تم سے پہلے نازل کیا گیا تھا ایمان رکھتے ہیں (اور پھر بھی) وہ یہ چاہتے ہیں کہ اپنے نزاعات کو شیطان کی طرف لیجائیں حالانکہ اُنکو حکم دیا گیا ہے اُس سے بیزار رہنے کا۔ اور شیطان چاہتا ہے کہ اُنکی گمراہی کو بہت دور تک پھیلاتا چلا جائے اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اُس چیز کی طرف بڑھو جو خدا نے نازل کی۔ اور رسول کی طرف (جسے خدا نے بھیجا) تو تم منافقین کو دیکھو گے کہ وہ تم سے اعراض کرتے ہیں۔

اب آپ دیکھ لیجئے کہ کتنے مسلمان ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اُنھوں نے اپنے معاملات کی باگ کفار اور شیاطین کو چھوڑ کر کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کے ہاتھ میں دیدی ہے؟ انسانی قوانین اور شیطانی احکام کے آگے وہ گردنیں نیوڑا دیتے ہیں لیکن جب اُنکو کوئی آسمانی حکم اور قدوسی پیغام دیا جاتا ہے تو وہ تیوریاں چڑھا کر کہنے لگتے ہیں "اے خدا کی زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے رہنے والو! کیا اُس شہنشاہِ مطلق احکم الحاکمین کی حکومت کا حلقہ تمہاری گردنوں میں نہیں رہا جو تم نے انسانی رعب و داب سے خوف زدہ ہو کر اُس سے بغاوت پر کمر باندھی ہے؟ خوب سمجھ لو!! کہ خدا کی گرفت بہت سخت ہے جب اسکی شمشیر انتقام بے نیام ہوتی ہے اور اُسکے عذاب کا کوڑا برسنے لگتا ہے تو پھر اُسکے مجرم کے لئے کہیں پناہ نہیں لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَن رَّحِمَ بس مسلمان اپنے اوپر رحم کھائیں اور ازل میں جو عہد انھوں نے اپنے خدا سے باندھا ہے اُسے پورا کریں اور سب ملکر خدا کی نہ ٹوٹنے والی رسّی کو مضبوط ہاتھوں سے پکڑ لیں کہ یہ رسّی ٹوٹ تو

نہیں سکتی لیکن چھوٹ سکتی ہے۔

اے حضرات مذہبِ اسلام ایک مکمل مذہب ہے۔ جس میں قیامت تک پیش آنے والی ضرورتیں مسلمانوں کو سمجھا دی گئی ہیں۔ کوئی حالت سختی اور آسانی کی ایسی نہیں جس کا بیان کسی نہ کسی طور سے خدا کی کتاب اور اسکے رسول کے کلام میں نہ ہو۔ اور ہماری سہولت کے لئے فقہا و مجتہدین رضی اللہ عنہم نے کتاب و سنت سے بیشمار احکام مستنبط کر کے اپنی کتابوں میں درج فرما دیئے ہیں۔ اِس لئے یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ اسلام کی جو ضروریات مہتمہ اس وقت پیش نظر ہیں اُن کے متعلق کوئی حکم اور کوئی تبصرہ حق تعالیٰ کے کلام میں نہ ہو۔

قرآنِ حکیم نے فتح و نصرت، اور ہزیمت و مغلوبیت کے سب اسباب اپنے معجز بیان طرز میں بتلا دیئے ہیں۔ اُس نے یہ بانگِ دہل یہ اعلان کیا ہے کہ کوئی قوم اُس وقت تک ذلیل و خوار نہیں ہوتی جب تک وہ خود اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے، خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ اپنی جانوں پر خود ہی ظلم کرتے ہیں، اِس لئے ہمیں بجائے اسکے کہ ہم دشمنوں کے مظالم شمار کریں اُن مظالم کا محاسبہ کرنا چاہیئے جو ہم نے خود اپنے اوپر نازل کئے ہیں۔ تنبیہاً عرض کرتا ہوں کہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں غالباً دو مرتبہ لشکرِ اسلام کو کفار کے مقابلہ میں ہزیمت ہوئی ہے وہ بھی عارضی۔ ایک غزوۂ اُحد میں جبکہ تیر اندازوں کی جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عدول حکمی کی۔ اور آپس میں مختلف ہو گئے اور دوسرے غزوہ حنین میں جبکہ اُنکو اپنی کثرت تعداد پر غرور ہوا۔ اور وہ یہ سمجھے کہ ہمارا اتنا بڑا لشکر کسی طرح مغلوب نہیں ہو سکتا۔

اِن دونوں مواقع میں حق تعالیٰ شانہ نے اُنکی ہزیمت کو نہ تو فوج کی کمی سے منسوب کیا نہ اُنکی بے سرومانی سے اور نہ اُنکے دشمنوں کی شان و شکوہ سے۔ البتہ قرآن مجید میں اُحد کے متعلق تو یہ فرمایا۔

حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ	تا آنکہ جب تم نے بزدلی کی اور امر دینی میں جھگڑنے لگے اور عدول حکمی کی اسکے بعد کہ اللہ نے تم کو وہ چیز دکھلائی جسکو تم پسند کرتے ہو تم میں سے بعض وہ ہیں جو دنیا کو طلب کرتے ہیں اور بعض وہ ہیں جنکو آخرت مطلوب ہے۔

اور حنین کے بارے میں یہ ارشاد ہوا۔

وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۚ	اور حنین کے دن جبکہ تمہاری کثرت نے تمہیں مغرور بنادیا پھر وہ کثرت تم کو کچھ بھی مستغنی نہ کرسکی اور تم پر زمین باوجود وسعت کے تنگ ہوگئی۔ پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔

اے حضرات آپ صحابہ کے ایمان وتقویٰ اور صبر ثبات کو دیکھ لیجئے۔ اور یہ بھی کہ اُن کے درمیان خدا کے پیارے رسول جلوہ افروز تھے۔ مگر ایک تھوڑی سی بے اعتدالی سے تمام مسلمانوں کو ہزیمت اُٹھانی پڑی۔ پس آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ ہم میں وہ کتنے اجزاء قوت ایمانیہ اور عمل صالح اور طاقت ربانی کے باقی ہیں جنکی وجہ سے خدا ہمکو اپنا دوست قرار دے اور اپنے دشمنوں کے ہاتھ سے سزا نہ دلائے۔

میرا مشورہ سب سے پہلے یہ ہے کہ تمام علماء ملکر مسلمانوں کو اپنے اپنے حلقہ اثر میں فشل (بزدلی) تنازع (نا اتفاقی) اور عصیان یعنی نافرمانی، اور اعجاب اور غرور سے بچانے کی کوشش کریں۔ اور اُن کا شیرازہ مجتمع کریں اور جو اختلافات خود علماء میں ہوں اُنکو اخلاص اور صاف دلی سے آپس میں طے کرلیں۔

اگر آپ ایسا کرینگے تو میں سچ کہتا ہوں کہ یہ وہ ہتیار ہے جسکے آگے کوئی ہتیار نہیں چل سکتا کسی قوم کے فتح وظفر کے دو ہی طرح کے سامان ہوسکتے ہیں، مادی، یا روحانی، اور وہ دونوں وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ میں داخل ہے، پس اگر دوسری قوموں کے جواب کوئی مادی طاقت آپ مُہیّا نہیں رکھتے تو روحانی طاقت اپنے اندر پیدا کیجئے تاکہ خدا کے فرشتے آسمان سے تمہاری مدد کو پہنچیں۔

انہیں روحانی اسلحہ میں سے ایک وہ ہتھیار ہے جسکو ترک موالاۃ یا ترک تعاون سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ ترک موالات کی تحریک انشاءاللہ یقیناً موثر ہے۔ بشرطیکہ قوم متفق ہوکر اُسکو انجام دے۔ اگرچہ سیاسی اور مذہبی حیثیت سے اس میں بہت سے شبہات بھی پیدا کیئے گئے ہیں۔ لیکن جسقدر اس مسئلہ پر نکتہ چینی کی جارہی ہے اسی قدر وہ زیادہ واضح اور قوی ہوتا جاتا ہے۔

جو لوگ اس تحریک کی مخالفت کر رہے ہیں خواہ سمجھکر یا ناسمجھی سے ہم اُن کے بھی ایک طرح ممنون ہیں کہ اُن کے اعتراضات کی وجہ سے اس مسئلہ پر اپنی معلومات بڑھانے کا ہمیں اور زیادہ موقع ملتا ہے ؎

اِتنا ہوں تری تیغ کا شرمندۂ احساں سر میرا تیرے سر کی قسم اُٹھ نہیں سکتا

چند روز ہوئے علیگڈھ کالج کے طلبہ کی فرمایش پر میرے واجب الاحترام اُستاد شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دامت برکاتہم نے اس مسئلہ کے متعلق ایک تحریر مرتب کر کے بھیجی تھی، جو شائع بھی ہوگئی ہے، اُسکے بعد بعض علماء کے مضامین دیکھکر مجھے مناسب معلوم ہوا کہ آج اسکی قدرے توضیح کر دیجائے۔

میری غرض اُس سے اہلِ فہم و انصاف کو مطمئن کرنا ہے، کیونکہ بحث اور رد و کد سے بجز اسکے کچھ نتیجہ نہیں کہ نااتفاقی اور اختلاف کو اور ترقی ہو۔

آج کل سب سے زیادہ جو غلط فہمی پھیل رہی ہے وہ یہ ہے کہ "ترک موالات" دوستی اور محبت چھوڑنے کا نام ہے، لیکن تعلقات اور معاملات کا چھوڑنا اُسمیں داخل نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ موالات کے لغوی معنی باہم ایک دوسرے کو ولی بنانے کے ہیں اور ولی کے معنی قاموس اللغت میں دیکھ لیجیئے، دوست کے بھی ہیں اور ناصر و مددگار کے بھی ہیں۔ اور قریب کے بھی اور متصرّف کے بھی، اب دیکھنا یہ ہے کہ آیات موالات میں ان میں سے کس معنی کا قصد کیا گیا ہے، امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ جنکی تفسیر کو امام المفسرین

کرنا چاہئیے اولیا کی تفسیر کو اعواناً وانصاراً و نُظراءً سے فرماتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ موالاتِ ممنوعہ کے معنی معاونت اور مناصرۃ کے ہیں۔

سورہ ممتحنہ کی پہلی آیت سب جانتے ہیں کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے واقعہ میں نازل ہوئی۔ یہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک تھے، لیکن انہوں نے ایک دنیوی مصلحت کے لئے مدینہ منورہ سے کفارِ مکہ کو ایک پوشیدہ خط لکھا جس میں یہ تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر تم پر اندھیری رات اور ایک اُمنڈنے والے سیلاب کی طرح ٹوٹنے والا ہے۔ تم اپنے بچاؤ کا انتظام کرلو۔

واقعہ طویل ہے، حاصل یہ ہے کہ وہ خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے راستہ میں پکڑ لیا گیا۔ اور حضرت حاطب بحیثیت ایک مجرم کے جنابِ رسالت مآب میں حاضر کئے گئے، آپ نے ان سے وجہ دریافت کی۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ میں اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں، نہ میں دینِ حق سے پھرا ہوں اور نہ کفر سے راضی ہوا ہوں۔ بات صرف اتنی ہے کہ مکہ میں میرے اہل وعیال تنہا تھے میرا کوئی خاندان وہاں نہ تھا جو اُن کی حفاظت کرتا، خط لکھنے سے میری غرض یہ تھی کہ کفارِ مکہ میرے اہل وعیال کے بارہ میں میری کچھ رعایت کریں اور یہ میں یقین رکھتا تھا کہ اللہ ضرور اپنے وعدے جو اپنے رسول کے ساتھ کیا ہے پورا کرے گا۔ اور میرا خط اُن لوگوں کو خدا کی سزا سے نہیں بچا سکتا۔

اِن واقعات کو پڑھ کر آپ بتائیے کہ کیا حضرت حاطب کو کفار کے ساتھ واقعی محبت قلبی اور دوستانہ تعلق تھا؟ کوئی شخص ایک صحابی بدری کی نسبت یہ یقین نہیں کرسکتا۔ البتہ ایک ظاہری معاملہ معاونت کا اُنہوں نے کفار کے ساتھ ایسا کیا تھا جو ایک رفیق رفیق کے ساتھ کرتا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ	اے مسلمانو میرے دشمن اور اپنے دشمن کو یار مددگار مت بناؤ پیغام بھیجتے ہو تم اُن کی طرف دوستی کا۔ حالانکہ وہ منکر ہوئے

وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ۔ | ہیں اُس سچائی سے جو تمہارے پاس آئی ہے۔

پس بداہۃً ثابت ہوا کہ موالات صرف محبت قلبی تک محدود نہیں بلکہ ہر ایسا معاملہ اور ہر ایسی اعانت و امداد جس سے ایک دوسرے کی رفاقت مترشح ہوتی ہو موالات کے تحت میں داخل ہے، اگر آپ اس سے زیادہ وضاحت چاہتے ہیں تو فتح البیان میں ذیل کا واقعہ پڑھیے۔

عن ابی موسیٰؓ قال قلت لعمر بن خطابؓ ان لی کاتبًا نصرانیًا فقال مالك وله قاتلك الله وتلا هذه الایه ای یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ قلت له دینهٗ ولی کتابته فقال لا اکرمهم اذ اهانهم الله ولا اعزهم اذ اذلهم الله ولا ادنیهم اذ ابعدهم الله۔ قلت انه لا یتم امر البصرۃ الا به فقال مات النصرانی والسلام یعنی هب انه مات فما تصنع بعده فما تعمل بعد موته فاعمله الاٰن واستغن عنه لغیره من المسلمین۔

ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ میرے پاس ایک نصرانی کاتب ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم کو اس سے کیا تعلق؟ کیوں تم نے ایک مسلمان کاتب نہ رکھا۔ کیا تم نے اللہ کا یہ کلام نہیں سنا۔ یا ایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الیهود والنصارٰی اولیاء۔ میں نے عرض کیا کہ اُس کا مذہب اُس کے لئے ہے اور اُسکی کتابت میرے لئے۔ فرمایا میں اُس کا اکرام نہیں کر سکتا جبکہ اللہ نے اُنکی اہانت کی ہے اور نہ میں اُنکی کوئی عزت کر سکتا ہوں جبکہ خدا نے اُنہیں ذلیل کیا ہے اور نہ میں اُنہیں نزدیک کر سکتا ہوں جبکہ اللہ نے اُنہیں دور پھینک دیا ہے۔ میں نے عرض کیا بصرہ کا انتظام بدون اُسکے مکمل نہیں ہو سکتا۔ فرمایا نصرانی مر گیا تو تم کیا کرو گے جو اُسکی موت کے بعد کرو وہ اب ہی کر لو۔ اور کسی مسلمان سے کام لیکر اُس سے مستغنی ہو جاؤ۔

میں خیال کرتا ہوں کہ ایسی ایسی صریح تفاسیر کے بعد ہر ایک سمجھدار آدمی یقین کریگا کہ ترک موالات اور ترک تعاون متقارب الفاظ ہیں۔ ہاں ترک تعلقات یا ترک معاملات اِن دونوں میں اُن دونوں سے کچھ زیادہ تعمیم ہے، ہماری غرض صرف اس قدر ہے کہ جو تعلقات اور معاملات موالات اور مناصرت کے تحت میں آجائیں وہ حرام ہیں۔ اور جن تعلیم یافتہ لوگوں نے ترک موالات کے خلاف مضامین لکھے ہیں اُنکو بھی انجام کار

ایک بڑا حصہ ظاہری افعال و معاملات کا موالات کے تحت میں داخل کرنا پڑا ہے۔

بلا شبہ ترک موالات کا حکم ایک دائمی اور عام حکم ہے لیکن اُس قوم کے مقابلہ میں وہ اور زیادہ مؤکد ہو جاتا ہے جس نے علانیہ مسلمانوں پر چڑھائی کی اور اُن کو انکی بستیوں سے نکالا۔ اور اُن کے نکالنے میں مدد دی۔ ایسے ظالموں کے ساتھ کسی نرمی اور مروت اور بھلائی کی اجازت نہیں۔ چنانچہ سورۂ ممتحنہ کی یہ آیت جو علی الارجح الاقوال منسوخ نہیں ہے کفار کی اس تقسیم کو خوب ظاہر کرتی ہے۔

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۔ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓي اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۔	اللہ تعالیٰ تم کو اُن لوگوں کے ساتھ نیکی اور منصفانہ سلوک کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے تم سے دین کے معاملہ میں لڑائی نہیں کی اور نہ تم کو تمہاری بستیوں سے نکالا۔ بلا شبہ اللہ انصاف کرنے والوں کو چاہتا ہے۔ خدا تو تمکو اُن لوگوں کی موالات سے روکتا ہے جو تم سے دین کے معاملہ میں لڑے۔ اور جنہوں نے تم کو تمہاری بستیوں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں مدد دی اور جو لوگ اُن سے موالات کریں وہی ظالم ہیں۔

بہت سے علماء جو ترک موالات کو ترک محبت کا مرادف کہتے ہیں اُن کا یہ خیال ہے کہ اس حکم میں کفار کی کچھ تخصیص نہیں بلکہ تمام فساق و فجار اور اہل بدع اور اہلِ اہواء سے بھی محبت ترک کرنا واجب ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر وہ فساق و فجار وغیرہ ان حضرات کے نزدیک مسلمان ہیں تو انکے اسلام اور بعض اعمالِ حسنہ کی وجہ سے اُن سے محبت رکھنا اور فسق و فجور کی حیثیت سے مبغوض سمجھنا واجب ہے دیکھئے امام غزالیؒ احیاء العلوم میں یہی فیصلہ دیتے ہیں کہ

فان قلت فکل مسلم فاسلامه طاعة	اگر تم کہو کہ ہر مسلمان کا اسلام اسکی ایک طاعت ہے

منه فكيف البغضه مع الاسلام فاقول
تحبه لاسلامه وتبغضه لمعصيته وتكون
معه على حالة لو قست بحال كافر او فاجر
ادركت تفرقة بينهما وتلك التفرقة
حب للاسلام وقضاء لحقه وقدر
الجناية على حق الله والطاعة له كالجناية
على حقك والطاعة لك فمن وافقك
على غرض وخالفك فى اخر فتكون
معه على حالة متوسطة بين
الانقباض والاسترسال وبين
الاقبال والاعراض وبين التودد
اليه والتوحش منه۔

پھر اسلام کے ہوتے ہوئے ہم اُسکو کیسے مبغوض سمجھیں
تو میں کہتا ہوں کہ تم اسلام کی وجہ سے اسکو محبوب
اور معصیت کی وجہ سے مبغوض سمجھو گے اور اسکے ساتھ
ایسے انداز پر رہو گے کہ اگر اُس کا اور ایک کافر کا
موازنہ کرو تو تم دونوں میں فرق پاؤ گے - اور یہ
فرق اسلام کی محبت اور اس کا حق ادا کرنے کی وجہ سے
اور اللہ کے جرم اور اُسکی فرمانبرداری کو اپنے جرم اور
فرمانبرداری کی طرح سمجھو۔ جو شخص تمہاری ایک غرض
میں موافق اور دوسری میں مخالف ہو تو تم اُسکے
ساتھ ایک توسط کی حالت پر رہو گے کہ نہ پورا انقباض
ہی ہوگا نہ پورا انشراح، نہ پوری توجہ، نہ پورا اعراض
نہ پورا انس نہ پوری وحشت انکے بین بین ایک کیفیت ہوگی

بہرکیف میں پھر اپنے مطلب اصلی کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ ترک موالات مع الکفار ضروری ہے
اور ہمیشہ سے ضروری ہے۔ یہ کوئی جدید حکم نہیں البتہ اسکی بعض جزئیات پر حسب ضروریات
زمانہ علماء نے متنبہ کر دیا ہے۔

مروجہ انگریزی تعلیم جس کا اثر یہ ہے کہ مسلمان طلبہ نصرانیت کے رنگ میں رنگے جائیں یا
اپنے مذہب اور مذہب والوں کا مذاق اُڑائیں، یا حکومت وقتیہ کی پرستش کرنے لگیں
اور وہ سرکاری ملازمتیں جن کا نتیجہ محض سرکار کی غلام بنانے والی پالیسی کو مضبوط کرنا ہو
وہ سب موالات کے تحت میں ہمیشہ سے شامل ہیں۔ البتہ انگریزی حکومت کے موجودہ معاملات
نے اُسکو اور زیادہ شدید بنا دیا ہے۔

انگریزی تعلیم گاہوں کے متعلق ترک موالات کے سلسلہ میں ہم فی الحقیقت اُن ہی شرائط

کو پورا کرانا چاہتے ہیں جن کے بعد ایک اجنبی زبان کا سیکھنا اور دوسری قوموں کے علوم و فنون حاصل کرنا شرعاً جائز ہے - اور مسٹر محمد علی وغیرہ بھی ایک حد تک اسی کوشش میں ہیں -

یہ بات بہت زیادہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو مسلمان قوم اپنی بدبختی سے کسی کافر قوم کے زیر حکومت آگئی ہو، اور اپنے ہاتھ پاؤں غیر مسلم حکمرانوں سے خوب بندھوا چکی ہو - اُس کی قابل تاسف بیچارگی کا خیال فرما کر حق تعالیٰ شانہ نے ترک موالات کے حکم میں تھوڑی سی گنجایش بھی رکھی ہے - چنانچہ فرماتے ہیں -

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَن تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً -

مسلمان مسلمانوں کے سوا کافروں کو اپنا یار و مددگار نہ بنائیں - اور جو ایسا کرے گا اُسکو اللہ سے کچھ سروکار نہیں - مگر یہ کہ تم اُن سے اپنا بچاؤ کرتے ہو -

حافظ عماد الدین ابن کثیر اسکی تفسیر میں لکھتے ہیں -

عن ابن عباس نهى الله المؤمنين ان يلاطفوا الكفار و يتخذوهم وليجة من دون المؤمنين الا ان يكون الكفار عليهم ظاهرين فيظهرون لهم اللطف ويخالفونهم في الدين وذلك قوله تعالیٰ الا ان تتقوا منهم تقاة

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ نے مسلمانوں کو اس سے روکدیا ہے کہ وہ کفار سے ملاطفت کا برتاو کریں اور مسلمانوں کے سوا اُنکو اپنا رازدار بنائیں مگر یہ کہ کفار اُنپر غالب آجائیں تو یہ ہو سکتا ہے کہ اُنہا لطف کے ساتھ ساتھ مذہبی معاملات میں اُن کے مخالف رہیں اور یہی مطلب ہے خدا کے کلام الا ان تتقوا منہم تقاة کا -

اس قدر رعایت سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ترک موالات کے مخاطب یہ محکوم قوم بالکل نہیں - یا موالات کفار کی حرمت اصلی سے جاتی رہی بلکہ الا ان تتقوا منہم تقاة کا استثنا اگر منسوخ نہیں ہوا جیسے بعض سلف کا قول ہے تو وہ محکوم و مقہور مسلمانوں کو محض اس سے آگاہ کرتا ہے کہ ترک موالات میں اپنے بچاؤ کا پہلو ملحوظ رکھا جا سکتا ہے اور اسی اعتبار سے

ترک موالات کے حکم میں استثناء میرے نزدیک آیہ جہاد کے اس استثناء سے مشابہ ہے جو مَنْ یُّوَلِّھِمْ یَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗ کے ساتھ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰی فِئَةٍ سے کیا گیا ہے۔

پس ترک موالات کے وقت ایک محکوم و مقہور قوم کو حاکم و قاہر قوم کے مقابلہ میں اپنے نفع و ضرر کا پورا پورا موازنہ کر لینا چاہئے اور جہاں تک ہو سکے کوئی ایسی صورت نہ اختیار کی جائے جس سے مسلمانوں کی عام ہلاکت کا اندیشہ ہو یا وہ بحالت موجودہ انکی طاقت سے باہر یا ناممکن العمل ہو اور غالباً اسی مصلحت سے تحریک ترک موالات کے حامیوں نے اُس پر عمل کرنے کے تدریجی منازل قائم کئے ہیں۔

اور شاید اسی طرح کی مصلحت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں قریش کے مقاطعت ٹوٹ جانے کی دعا فرمائی کہ اُس حالت ضعف و قلت و مجبوری میں اُس سے سراسر مسلمانوں کا نقصان تھا۔ اور اس مجبوری کی وجہ سے مکہ کی زندگی میں آپکو کفار کے مقابلہ پر سیف و سنان سے کام لینے کا حکم نہیں ہوا بلکہ برابر صبر اور کف ید ہی کی تعلیم دیجاتی رہی۔

اس موقعہ پر یہ بھی فراموش نہ کیجئے کہ نفس بیع و شرا، و اجارہ وغیرہ معاملات موالات میں داخل نہیں۔ ہاں اگر بیع ایسی چیز کی کافر محارب کے ہاتھ کی جائے جس سے وہ مسلمانوں کے مقابلہ پر کام لیگا۔ مثلاً ہتھیار کی یا لوہے کی (جو ہتھیار کا مادہ ہے) اسکو ہدایہ وغیرہ میں ممنوع لکھا اور قرآن شریف میں وارد ہے کہ

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِیْرًا لِّلْكٰفِرِیْنَ۔	گناہ اور ظلم کی مدد مت کرو۔ اور کافروں کے مددگار مت بنو۔

بہر حال جس چیز یا جس معاملہ سے کافر کی اعانت مسلمانوں کی بربادی میں ہوتی ہو وہ ان نصوص سے صراحتاً وہ ممنوع ہے۔ اب آپ حضرات بغور فرمائیں کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی یہودی سے جو اُس وقت مسلمانوں سے برسرپیکار نہ تھا اپنی ذرہ رہن رکھ کر قرض لینا۔ یا حضرت علی کرم اللہ وجہ کا فاقہ کشی کی حالت میں کسی مصالح یہودی کا باغ چند چھواروں کی اُجرت پر سینچنا۔ اسی طرح کے معاملات ہیں جیسا کہ آج انگریزی گورنمنٹ کی ملازمت کے ملازم طوعاً و کرہاً جبر و استبداد کی شین کا ایک پُرزہ ہے۔ جسکو خواہی نخواہی اُس اثم و عدوان اور تحکیم بغیر ما انزل الی اللہ کی پالیسی کا پہیہ لُڑکانا پڑتا ہے جس سے کہ اقوام کی غلامی کا گلوگیر پھندا روز بروز تنگ ہوتا جاتا ہے اور جو ابھی ملازم نہیں مگر سرکاری کالجوں میں پڑھ رہے ہیں یا سرکاری یونیورسٹیوں کی ڈگریاں حاصل کرنے کی تمنا میں ہیں وہ بڑی جدوجہد کے ساتھ اس ساعت کے امیدوار ہیں جبکہ وہ اپنے ہم قوموں اور ہم وطنوں کی آزادی کو ہمیشہ کے لئے ناممکن بنانے کے قابل ہوں۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ گورنمنٹ کا سب سے بڑا کام چلانے والا ہتھیار سرکاری ملازم ہے۔ اور سرکاری تعلیم گاہوں کے طالب علم وہ لوہا ہیں جن سے یہ ہتھیار بنتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ تجارتی تعلقات کا منقطع کرنا ترکِ موالات میں داخل نہیں کیونکہ ثمامہ بن اُثال حنفی رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد جب یمامہ کا غلہ مکہ والوں کے پاس پہنچنے سے روکدیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بندش کو توڑا۔

لیکن آپکو معلوم ہونا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اس پر تھا کہ مکہ والوں نے تنگ آکر فریاد کی اور یہ لکھا کہ اِنَّكَ تَأْمُرُ بِصِلَةِ الرَّحِمِ وَاِنَّكَ قَدْ قَطَعْتَ اَرْحَامَنَا۔ وَقَدْ قَتَلْتَ الْآبَاءَ بِالسَّيْفِ وَالْاَبْنَاءَ بِالْجُوْعِ پس اس قسم کی صلہ رحمی کو جو ایسی ضیق اور عجز کے اظہار کے بعد کی جائے کون حرام کہتا ہے۔ ہم تو ان تجارتی تعلقات کو بند کرنا چاہتے ہیں جن سے یورپ کے سرمایہ داروں کے پیٹ اتنے بڑے ہو رہے ہیں کہ انکی جُوعُ البقر نے تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو ہضم کر لینا چاہا ہے۔ مجھے امید ہے کہ حکومت اور تجارت کا باہمی تعلق جو یورپ امریکہ وغیرہ کے حکمرانوں کو عرصہ

دراز سے آپس میں تکرار رہا ہے۔ آپ اس سے تجاہل نہ برتیں گے۔

میں تو یہ کہتا ہوں کہ خواہ تجارتی تعلقات کا انقطاع ترک موالات کے تحت میں آئے یا نہ آئے۔ لیکن اس زمانہ میں وہ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ کے بہت بڑے افراد میں سے ہے۔ اور اس لئے جس قدر استطاعت ہو اس میں کوشش ہونی چاہئے اگر نیک نیتی سے ایسا کیا گیا تو عجب نہیں کہ آپکی یہ کوشش اس کوشش کی نوع میں داخل ہو جائے جسکے ذیل میں غزوۂ بدر واقع ہوا۔ میری آرزو ہے کہ آپ زاد المعاد وغیرہ میں ان سرایا کا حال ضرور پڑھیں جو بدر سے پہلے تجارتی قافلوں کے مقابلہ پر بھیجے گئے۔ اور جو آخر کار اس سب سے زیادہ مبارک غزوہ بدر پر منتہی ہوئے۔

بہر حال ہمارا مقصد یہ ہے کہ تا امکان ہم ظالموں کے بازوؤں کو قوی نہ بنائیں اور احتیاط کے ساتھ اپنی مقدور کے موافق ہر ایسا تعلق منقطع کریں جس سے اب اور آئندہ ہماری امداد اور تائید اس ظلم اور عدوان میں سمجھی جاتی ہو۔

مجھے سخت حیرت ہے کہ آجکل بہت سے علماء اُن تعلقات کے قطع کرنے میں مسلمانوں کی مفلسی سے ڈرتے ہیں اور کاد الفقر ان یکون کفراً کا وعظ سُنا رہے ہیں۔ حالانکہ اب سے چالیس برس پہلے جب یہی وعظ سرسید نے علیگڈھ کالج کی بنیاد رکھتے وقت کہا تھا۔ اُس وقت تمام علماء ربانیین نے اُس پر کیا کیا فتوے دیئے تھے۔ سرسید یہی تو کہتے تھے کہ اگر مسلمان اس وقت انگریزی تعلیم نہ پائیں گے تو انکو سرکاری ملازمتیں نہ ملیں گی۔ پھر یا تو انکو ہندوؤں کی غلامی کرنی پڑیگی یا وہ دوسری قسم کے ذلیل افعال مثل دھوکا، فریب، گداگری، چوری، ڈکیتی وغیرہ کے مرتکب ہونگے یا جو کچھ گھر میں سرمایہ ہوگا اُسکو چاٹیں گے اور بقیہ گھر اور جائداد یں بنیوں کے حوالے کرینگے! وغیرہ وغیرہ۔

لیکن آپکو معلوم ہوگا کہ اکابر علماء نے ایک نہ سُنی اور ان اندیشوں کا شاید یہی جواب

دیتے رہے کہ اَلشَّیطَانُ یَعِدُکُمُ الفَقرَ وَیَأمُرُکُم بِالفَحشَاءِ ۚ وَاللّٰہُ یَعِدُکُم مَغفِرَۃً مِّنہُ وَفَضلاً ۔ ترجمہ شیطان تم کو افلاس سے ڈراتا ہے اور بےحیائی کا حکم کرتا ہے اور اللہ تم سے اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ فرمارہا ہے۔ اور وَاِن خِفتُم عَیلَۃً فَسَوفَ یُغنِیکُمُ اللّٰہُ مِن فَضلِہٖ ۔ اگر تم تنگی سے ڈرتے رہو تو اللہ تم کو جلد اپنے فضل سے غنی کردیگا

اخبار مشرق کے ایک مراسلہ نگار نے لکھا ہے کہ " افسوس لیڈران قوم نے اس وقت اپنے سچے خیرخواہوں کو بدخواہ اور گاندھی جیسے حقیقی دشمنوں کو خیرخواہ سمجھ لیا ہے وہ ہماری تو کیا سنیں گے اپنے مسلم عاقل دینی سرسید کی تعلیم کو بھی نہیں مانتے۔ جن تعلقات کی آج یہ لوگ بے قدری کر رہے ہیں۔ یہ وہ تعلقات ہیں جو سرسید نے اپنا اور اُن کا دین وایمان آبرو اور عزت بیچکر قائم کئے تھے۔ اب تم جان سکتے ہو کہ یہ تعلقات ہمکو کسقدر گراں قیمت پر پڑے ہیں۔ پس یہ سخت غلطی ہوگی کہ ایسی گراں خریدی ہوئی چیز کو یوں مفت ہندوؤں کے حوالے کردو۔ اس سے زیادہ اور کیا بیعقلی ہوگی "

اِن فیصلہ کن جملوں اور خصوصًا خط کشیدہ سطر کو غور سے پڑھئے، یہ لوگ خود اقرار کررہے ہیں کہ جن کاری تعلقات کے ترک پر اس وقت زور دیا جارہا ہے وہ سرسید نے دین وایمان اور عزت وآبرو سب بیچکر خریدے تھے۔ پس اب میں اُن ہی کو حَکَم ٹھیراتا ہوں کہ کیا ایسے تعلقات کا رکھنا ایک مسلمان کو ایک منٹ کے لئے بھی جائز ہے اور کیا اب بھی اُن تعلقات کا موالات میں داخل ہونا محل تردد ہے۔

مشورہ دیا گیا ہے کہ ان تعلقات کو ہاتھ سے مت جانے دو۔ اور اپنا کھویا ہوا دین وایمان واپس لینے کی کوشش کرو۔ مگر حضرت واضح رہے کہ جس چالاک گاہک کے ہاتھ یہ معاملہ ہوا ہے وہ اس قدر پاگل نہیں کہ آپ کے پاس اپنی پونجی بھی رہنے دے اور اتنی بڑی قیمت بھی واپس کردے۔ اگر اقالہ سے کام چل جائے تب بھی خدا کا ہزاراں ہزار شکر کیجئے۔

بہت لوگ کہتے ہیں کہ ہندو یہ سب کوششیں سوراج حاصل کرنے کے لئے کر رہے ہیں، میں کہتا ہوں کہ نہ فقط ہندوؤں کا بلکہ بعض مسلمانوں کا بھی یہی مقصد ہے۔ لیکن آپ اس مقصد کو بُرا کیوں سمجھتے ہیں؟ اگر ہندوستان کو سوراج یعنی حکومت خود اختیاری حاصل ہو جائے تو ہندوستان کے متاعل و وسائل ہندوستان کی مرضی کے خلاف صرف نہیں کئے جا سکیں گے، اور عراق و فلسطین، و قسطنطنیہ پر انگریزی قبضہ بہت دشوار ہو جائیگا۔ اور نہ اس سے بھی کیا کم کہ آئندہ مسلمانوں کے مقابلہ پر ہندوستان نہ جا سکے گا۔ اس سب کے علاوہ یہ کہ ہمکو ہندوؤں کی نیت سے کیا تعرض ہے جبکہ خود ہمارا مقصد صحیح ہو وطن پرستی اور قوم پرستی بیشک اسلام کی کوئی اصطلاح نہیں۔ اور یہ اصطلاحیں شاید یورپ سے لی گئی ہوں۔ مگر اسکے یہ معنی نہیں کہ اپنی قوم اور وطن کا تحفظ ہمارے فرائض سے خارج ہے، آپ جانتے ہیں کہ جو ملک ایک مرتبہ مسلمانوں کے جھنڈے کے تلے آجائے اگر اُس کا ایک چپہ کفار لینا چاہیں تو بتدریج شرق سے غرب تک کل اہلِ اسلام پر دفاع فرض ہو جاتا ہے۔ اِس لئے اگر تحفظ ملک و قوم کے لئے مسلمان کوئی قربانی کریں تو اُسکو ہمیشہ یورپ کی تقلید سمجھ لینا خطا ہے۔

بڑی مشکل یہ آن پڑی ہے کہ تحریک ترک موالات کے بعض مخالفین انگریزی حکومت کی کوئی تعدی تسلیم نہیں کرتے بلکہ اُسکو دنیا کی تمام موجودہ حکومتوں سے افضل اور بابرکت سمجھ رہے ہیں۔ چنانچہ مشرق میں ایک صاحب نے لکھا ہے۔ کہ

"جو حکومت مسلمانوں کو اُن کی مذہبی شعائر میں پوری آزادی دیتی ہے۔ اُن کے جان و مال و آبرو کی محافظ ہے۔ قرآن و رسول کی بے حرمتی کو قانوناً جرم قرار دیتی ہے۔ بیت اللہ و بیت الرسول کی زیارت سے نہیں روکتی اُسکے ساتھ ترک تعلقات کس طرح واجب ہو سکتا ہے، باقی شریف مکہ یا اُسکی فوج نے یا اُن کے

ساتھ ملکر انگریزی فوج کے مسلمانوں نے جو کچھ مکہ اور مدینہ کی بے حرمتی کی ہے اسکی بابت غیروں کو الزام دینا فضول ہے۔ یہ سب کچھ خود مسلمانوں کے ہاتھوں کے کئے ہوئے کام ہیں اور ہنگامۂ کانپور میں جو کچھ ہوا اُسکے ذمہ دار وہ لیڈر قوم ہیں جنہوں نے گورنمنٹ کو غلط فتویٰ دیا"

"ہندوستان میں انگریزی حکومت کو سو سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا مگر اس زمانہ میں مسلمانوں کے دین و مذہب پر اس کا کیا اثر ہوا۔ اسکو سیاحانِ عالم سے پوچھو۔ وہ صاف کہتے ہیں کہ اس وقت ہندوستان سے زیادہ کسی جگہ کے مسلمانوں میں دینداری کی روح نہیں۔ اور اگر اُن کا یقین نہ آئے تو خود جاکر ترک اور عرب، مصر اور افغانستان کے مسلمانوں کو دیکھ لو کہ آزادی کی زہریلی ہوا نے اُن کے دین کو کس طرح چر لیا۔ مشاہدہ کے بعد تم خود کہو گے کہ ہندوستان سے زیادہ دینداری کسی ملک میں نہیں۔"

"انگریزی حکومت کا جو اثر مسلمانوں کے دین و مذہب پر ہوا اُسکو تو آپنے دیکھ لیا کہ ہندوستان اس وقت دینداری میں اسلامی ممالک سے بھی سبقت لئے ہوئے ہے۔"

میں صرف اس قدر دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ عراق، شام، فلسطین اور تھریس وسمرنا کے کلمہ پڑھنے والوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کیا مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو نہیں ہے؟ کیا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ اَلْمُؤْمِنُوْنَ يَدٌ عَلٰى مَنْ سِوَاهُمْ خدا اور خدا کے رسول کا کلام نہیں؟ کیا امرتسر کے بازوں میں رینگنے والوں میں سے کوئی مسلمان نہ تھا؟ کیا بیت المقدس شعائر اللہ میں سے نہیں؟ کیا مکہ مدینہ میں اگر انگریزی فوج کے مسلمان گئے ہیں وہ بدون انگریزی حکومت کے حکم کے خود بخود

چلے گئے؟ کیا اُن مسلمانوں یا شریف مکہ کے مجرم ٹھیرنے سے انگریزی عمال بے قصور ثابت ہوجاتے ہیں؟ کیا کانپور میں صحیح فتویٰ معلوم ہوجانے اور چاروں طرف کے مسلمانوں کی آواز بلند ہونے کے بعد خونریزی اور گرفتاریاں نہیں ہوئیں؟

یہ صحیح ہے کہ دین کے بہت سے اجزاء میں ہندوستان کئی ممالک اسلامیہ سے فائق ہے (گو بعض اجزائے دین یعنی خدا کی راہ میں جانبازی اور سرفروشی اور اعلائے کلمۃ اللہ اور تنزال عن الاسلام والمسلمین کے وظیفہ سے تقریباً محروم ہو) لیکن یاد رکھئے کہ یہ دینداری انگریزی حکومت کی برکات میں شمار نہیں ہوسکتی۔ بلکہ چند ایسے نفوس قدسیہ کی صرف ہمت اور بذلِ قوت کا نتیجہ ہے جو اس سرزمین میں ہماری خوش قسمتی سے پیدا ہوئے۔ اور جنہوں نے اپنی نہایت ہی خداداد قابلیت روحانی طاقت۔ اور حیرت انگیز جرأت سے نصاریٰ اور متنصرین کے اثر کا مقابلہ کیا۔ ان ہی مقدس بزرگوں میں سے حضرت الشیخ الاجل مولٰنا حاجی محمد امداد اللہ قدس اللہ سرہٗ تھے۔ جنہوں نے آخر کار انگریزی حکومت کے دائرہ سے نکل کر حرم شریف کو اپنا مسکن بنایا اور حضرت مولٰنا محمد قاسم نانوتوی قدس اللہ روحہ تھے جو ایک مدت تک انگریزی حکومت کے احکام گرفتاری کے چکر میں نانوتہ اور دیوبند کا گشت لگاتے رہے۔ اور حضرت مولٰنا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ روحہ تھے۔ جنہوں نے انگریزی حکومت کی برکات کو محسوس کر کے مہینوں تک حوالات کی کوٹھری میں رہنا پسند کیا۔ اور اب سے آخر میں وحید العصر حضرت مولٰنا محمود الحسن صاحب دیوبندی ہیں۔ جنکی دردانگیز داستان آپکی آنکھوں کے سامنے ہے نہایت قلق سے کہنا پڑتا ہے کہ ان سب بزرگوں کو جن کے دم سے ہندوستان میں یہ دینداری۔ انگریزی حکومت کی وہ برکات محسوس نہ ہوسکیں جن کا ہمارے دوست اس شدومد کے ساتھ دعویٰ کر رہے ہیں۔ شاید اُن کا یہ دعویٰ بھی انگریزی حکومت کے برکات میں سے ایک برکت ہو۔

بہت سے علماء کو یہ شکایت ہے کہ ''مسلمان خطاب واپس کرتے اور ملازمتیں چھوڑتے ہیں، مگر وہ الحاد و زندقہ۔ فسق و فجور۔ حب دنیا۔ حب جاہ اور کفار کے وہ اوضاع واطوار نہیں چھوڑتے جو انھوں نے یورپ سے لئے ہیں اور جو کہ حقیقۃً موالاۃ ہیں۔ پس مسلمانوں کو چاہیے کہ اس موالات کو سب سے پہلے چھوڑیں اور اپنی صورت، اپنا لباس اپنی معاشرت، اپنے خیالات اسلامی طریقہ پر بنائیں۔ اور اوضاع واطوار کفار اور اُن کے خیالات سے پرہیز کریں، کانفرنسوں اور کمیٹیوں کے جلسوں کی ہیأت کذائی میں یورپ کی نقل اتارنا، اور اُن کے طرز پر استقبال اور آرائشیں اور رزولیوشن وغیرہ پاس کرنا ڈاڑھیاں منڈانا۔ مونچھیں بڑھانا۔ انگریزی کوٹ پتلون وغیرہ پہننا۔ یا ہندوانی صورتیں بنانا، صوم وصلوٰۃ وغیرہ کا پابند نہونا۔ بلکہ اُس کا استہزا کرنا۔ اپنی نجی مجالس میں بے ضرورت انگریزی بولنا یہ سب اوضاع واطوار کفار میں داخل ہیں، اور ان کا ارتکاب یقیناً موالات کفار میں ہے، بلاشبہہ یہ اُمور بھی موالات کے تحت میں داخل ہیں (اگرچہ موالات کا مفہوم ان میں منحصر نہیں اور یقیناً علماء کا فرض ہے کہ وہ ترک موالات کے نظام کے عمل میں ان چیزوں کو مقدم رکھیں۔ لیکن یہ معنی نہیں کہ علماء کی کوشش محض ان ہی مفاسد کی اصلاح تک محدود ہو جائے اور کبھی ایسے اسلامی مسئلہ میں دخل نہ دیں جس میں گورنمنٹ کی طرف سے کسی قسم کے خطرہ کا امکان ہو۔

بہت سے خیر خواہ ہندو مسلم اتفاق کے عواقب اور عوام الناس اور بعض لیڈروں کی اُن غلط کاریوں پر متنبہ فرما رہے ہیں جو اس اتفاق کے جوش سے پیدا ہوئی ہیں مثلاً قربانی گاؤ میں بعض جگہ تشدد یا مزاحمت کیا جانا۔ یا قربانی کے جانور کو سجا کر رضا کاران خلافت کا گئوشالہ میں پہنچانا۔ یا قشقہ لگانا۔ یا ہندوؤں کی ارتھیوں کے ساتھ خصوصاً ''رام رام ست'' کہتے ہوئے جانا یا یہ کہنا کہ امام مہدی کی جگہ امام گاندھی تشریف لائے ہیں یا یہ کہ اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی تو مہاتما گاندھی ہی نبی ہوتے

یا قرآن و حدیث میں بسر کی ہوئی عمر کو شارب پرستی کرنا یا یہ دعا کرنا کہ اگر میں کوئی مذہب تبدیل کروں تو سکھوں کے مذہب میں داخل ہوں، وغیرہ وغیرہ۔

بلاشبہ میں بھی جب اپنی قوم کے بڑے سربرآوردہ افراد کو سنتا ہوں کہ وہ اس قسم کے محرمات یا کفریات کے مرتکب ہوتے ہیں اور وہ باتیں زبان سے بیدھڑک نکالدیتے ہیں جنکو سنکر ایک سچے مسلمان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں تو میرا دل پاش پاش ہو جاتا ہے۔ اور قصد کرتا ہوں کہ اس طوفان بے تمیزی کا روکنا جب اپنی قدرت میں نہیں تو ان معاملات سے بالکل یکسوئی بہتر ہے۔

مگر پھر شیطان آخرس اور لجام من النار والی وعیدیں یاد آتی ہیں اور فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ امید کی ایک جھلک پیدا کرتی ہے تو ناچار یہ فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ جو کچھ بھی ہو اپنے خیالات مسئلہ کے ہر ایک پہلو پر دالمکاف طریقہ سے ظاہر کر دینے چاہئیں ؎

من انچہ شرط بلاغ است با تو می گویم تو خواہ از سخنم پند گیر یا کہ ملال

اگر حضرات علماء نے ادھر توجہ نہ کی یا باوجود علماء کی کوشش بلیغ کے اُن حد سے گزری ہوئی خرابیوں کا کوئی انتظام نہ ہوا تو عجب نہیں کہ بہت سے نیک نیت لوگ ان مجالس اور تحریکات کی شرکت سے برداشتہ خاطر ہو جائیں اور اس طرح تحریک ترک موالات کو بڑا صدمہ پہنچ جائے۔

میری درخواست یہ ہے کہ سب علماء افراط و تفریط سے خالی ہو کر مصالح اسلامیہ کی حمایت۔ اور مفاسد عامّہ کا استیصال پوری طاقت کے ساتھ کریں۔ اور کسی معاملہ میں صرف ایک ہی طرف نہ جھک پڑیں کہ اس وقت مسلمانوں کی کشتی بہت گہرے بھنور میں ہے۔ ناخداؤں کو پوری طرح ہوشیار اور مستعد رہنا چاہئیے۔

اب مجھے صرف اس قدر اور کہنا ہے کہ ایک اولڈ بوائے صاحب کے مضمون میں

جو اخبار مشرق گورکھپور کی گیارہ نومبر کی اشاعت میں انسٹیٹیوٹ گزٹ سے نقل کیا گیا تھا حضرت شیخ الہند کے فتوے ترکِ موالات پر کچھ اعتراضات کئے گئے ہیں جن میں سے بعض چیزوں کا ذکر تو بندہ کے اسی مضمون میں ہو چکا ہے اور جو بڑا جزو باقی ہے والدین کی اطاعت سے متعلق ہے۔

اولڈ بوائے صاحب کی طرح ہم بھی یقین رکھتے ہیں کہ والدین کی اطاعت کو قرآن حکیم نے ضروری قرار دیا ہے۔ اور جو آیت آپ نے پیش کی ہے اس پر ہم یا حضرت شیخ الہند آپ سے کم ایمان نہیں رکھتے اور جو صحیح بخاری کی حدیث، یا درمختار اور عالمگیری کی فروع آپ نے درج کی ہیں ان سب کو بھی ہم آپ کی طرح مانتے ہیں (گو آپ نے عالمگیری کی بعض دوسری فروع پر نظر نہیں ڈالی) لیکن گفتگو صرف اس میں ہے کہ اگر والدین ایک فرض عین کے ادا کرنے سے روکیں یا ایک محرّم کے ارتکاب کا حکم دیں تو کیا اس میں بھی اولاد والدین کی اطاعت اور خوشنودی حاصل کرنے پر مجبور ہے جس قرآن نے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنے کا حکم دیا ہے۔ اسی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ

وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِى الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا	اور اگر وہ دونوں تجھکو اس پر مجبور کریں کہ تو اس چیز کو میرا شریک ٹھیرائے جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان دونوں کی اطاعت مت کر البتہ دنیا میں ان کے ساتھ معقول طریقہ سے رہ

اس سے علماء نے یہ کلیہ معلوم کیا کہ خدا کی معصیت میں والدین کی اطاعت نہیں کیونکہ خدا کا حق والدین کے حق سے مقدم ہے لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِىْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ پس اگر سرکاری تعلیم گاہوں سے طلبہ کا علیحدہ ہونا اس ترک موالات میں داخل ہے جسکو خدا نے فرض قرار دیا ہے تو اس میں طلبہ اسی طرح اپنے والدین کی اجازت کے محتاج نہیں جس طرح نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے میں۔ اور جس جگہ جہاد میں اذن والدین کو شرط بتایا ہے وہ اس وقت ہے جبکہ جہاد فرض علی الکفایہ ہو۔ اگر فرضِ عین ہو جائے تو اس میں بھی اذن شرط نہیں۔ اسی بناء پر حضرت شیخ الہند نے ترک موالات کو اجازت والدین پر موقوف نہیں رکھا مگر اسکی تبلیغ میں حقوق والدین کی علا

فرمائی ہے کیونکہ ترک موالات کی طرح اسکی تبلیغ فرض عین نہیں۔ بلکہ فرض علی الکفایہ ہے۔
اولڈبوائے صاحب کو اسی میں کلام کرنا چاہئے تھا کہ تعلیم گاہوں کی مقاطعت ترک موالات کے تحت میں داخل ہے یا نہیں۔ کیونکہ اگر جواب اثبات میں ہو تو پھر آکی سب تطویل لاطائل ہوگی۔
اولڈبوائے صاحب کو واضح ہو کہ آیت قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ الآیہ حضرت مولانا نے اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش نہیں کی بلکہ جو ضعیف القلب طلبہ والدین کی نافرمانی یا اُن کے انقطاع کا تصور باندھکر متوحش ہوتے تھے انکی ہمتوں کو قوی کرنے کے لئے یہ آیت لکھی گئی ہے۔ تاکہ وہ سمجھیں کہ ایک فرضِ عین کے انجام دینے میں ماں باپ یا کسی قریب سے قریب رشتہ دار کی خفگی سے ملول نہیں ہونا چاہئے۔
آخر میں مجھے اس قدر اور عرض کرنا ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہندوؤں کے مظالم مسلمانوں پر انگریزوں سے کم نہیں اور وہ آرہ شاہ آباد کٹار پور وغیرہ کے دردناک واقعات کو یاد دلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ترک موالات نصاریٰ کی طرح ہندوؤں سے بھی ہونا چاہئے کیونکہ وہ بھی قَاتَلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ میں داخل ہے۔
اس خیال کی صحت کو ایک حد تک میں تسلیم کرتا ہوں لیکن اس قدر گزارش ہے کہ کٹارپور وغیرہ کے تلخ واقعات کے بعد ہندوؤں کے ممتاز لیڈروں اور جمہور نے یہ عہد کیا ہے کہ آئندہ اس طرح کے واقعات کو ناممکن بنانے میں پوری پوری کوشش کی جائیگی۔ اس لئے جب پچھلی کارروائیوں پر اظہار تأسف کر کے انہوں نے ہماری طرف مصالحت کا ہاتھ بڑھایا اور تحفظ خلافت کے اہم معاملہ میں انکی مصالحت سے ہمیں ایک بڑی تائید حاصل ہوئی تو ہماری قوم کے بہت سے افراد و اعلام نے بھی ان کے ساتھ مصالحت اور رواداری کی روش اختیار کرلی اور بہتر و اقساطت پیش آنے میں حرج نہیں سمجھا کیونکہ قرآن شریف میں ہے۔

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَہَا وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ۔	اگر وہ مصالحت کے لئے جھکیں تو تم بھی جھک جاؤ اور خدا پر بھروسہ رکھو۔

اور یہ خیال کہ ہندو ہم کو اس مصالحت کے پیرایہ میں دھوکا دینگے اگرچہ ممکن ہے درست ہو جائے مگر جب تک اُن کا کوئی فریب اور بد عہدی ثابت نہ ہو یہ احتمال نکالنا اس قوم کی پوزیشن پر ایک حملہ ہے جسے وہ آپ پر بھی لوٹا سکتے ہیں۔ بہر حال ہم کو حق تعالیٰ کی اس قسم کی تسلی آمیز ہدایات پر اطمینان رکھنا چاہیئے کہ

وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ | اور اگر وہ لوگ تمکو دھوکا دینا چاہیں گے تو خدا تمہارے لئے کافی ہے

اگر کہا جائے کہ انگریزوں سے مصالحت اور موافقت کرنے میں پھر کیا چیز مانع ہے تو خوب سمجھ لیجئے کہ یہ قوم فی الحال مسلمانوں کی جماعتوں سے عراق وغیرہ میں برسر پیکار ہے۔ اور مسلم اقوام کی آزادی کا خون کرتے ہیں۔ اسکی تلوار اس وقت بھی بیدریغ چل رہی ہے اس وقت تک اس سے مسلمان قوم نے قواعد اسلام کے موافق کوئی جائز صلح نہیں کی ایسی صورت میں مسلمانوں کی موافقت اُس سے کس طرح ممکن ہے۔

مسلمان بیشک اُس سے مصالحت اور رواداری کا برتاؤ کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ اپنی حسبِ عہد کے موافق خلافت اسلامیہ اور اُن مقامات مغصوبہ سے ہاتھ اٹھالے جن کے زوال کی حسرتناک داستان آج مسلمانوں کو خون کے آنسو رُلا رہی ہے۔

میں اُمید کرتا ہوں کہ میری اس تقریر سے آپ اُس فرق پر متنبہ ہو جائینگے جو قرآن و سنت اور فقہائے کرام نے ایک کافر محارب اور کافر مسلم کی حیثیات میں ملحوظ رکھا ہے۔ اور بعض مفسرین سلف نے اُس قول کی طرف بھی اکر دینگے جس میں اُنہوں نے لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ کا مصداق اُن کفار کو ٹھیرایا ہے جن سے مسلمانوں نے مصالحت کرلی ہو۔

اب میں یہ دعا کرتا ہوا آپ سے رخصت ہوتا ہوں رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ اٰمِيْن يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْن

کتبہ شبیر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ دیوبندی ۹ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

اگر آپ

خلافت کا تحفظ اور ہندوستان کی آزادی چاہتے ہیں تو فوراً حسب ذیل کتابیں ہم سے طلب فرماکر عمل کیجئے۔

خطبہ صدارت شیخ الہند۔ حضرت مولانا محمود الحسن صاحب شیخ الہند کا خطبہ صدارت جو جمعیۃ العلماء ہند کے جلسہ دہلی میں پڑھا گیا عمدہ کاغذ قیمت ۲ر

خطبہ صدارت شیخ الہند علیگڈھ معہ فتویٰ۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب کا علیگڈھ قومی یونیورسٹی کے افتتاح کے وقت کا خطبہ ہے جس میں ترک موالات پر مفصل فتویٰ ہے جلد طلب کیجئے۔ قیمت ۲ر

شیخ الہند کا آخری پیغام۔ قیمت ۱ر

مہاتما گاندھی کا پیغام۔ اس کتاب میں مہاتما جی کا پیغام ملک کے نام ہے علاوہ اسکے مہاتما جی کے چند اور بہترین مضامین ہیں۔ قیمت ۲ر

حلوائی ممبر کا اعلان۔ ہندوستان کی سیاست پر ایک دلچسپ پولٹیکل مضمون قیمت ۱ر

نوٹ۔ ۸ر سے کم کی خریداری کے ٹکٹ ذریعہ ڈاک روانہ فرمائیے۔

جذبات حریت

ہندوستان کے مشہور معروف شعراء باکمال مثلاً علامہ اقبال۔ حضرت اکبر الہ آبادی۔ مولانا حسرت موہانی۔ مولانا آزاد سبحانی۔ رئیس الاحرار مولانا محمد علی صاحب جوہر۔ علامہ شبلی نعمانی۔ فخر قوم مولانا ظفر علیخاں۔ مشیر حسین صاحب قدوائی۔ محوی لکھنوی۔ میر نیرنگ۔ غلام محمد صاحب طور۔ جناب نیاز فتحپوری وغیرہ کی نظموں کا بہترین مجموعہ ہے ایسا اعلیٰ قسم کا کوئی مجموعہ اس وقت تک شائع نہیں ہوا ہے کاغذ لکھائی چھپائی نہایت عمدہ ہے قیمت ۸ر زیر طبع ہے۔

المشتہر مشتاق احمد۔ شہر میرٹھ۔ محلہ کوٹلہ